اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، زندگی بعد موت، اسلام اور جاہلیت، اور تفسیر سورۂ اعراف میں تفصیل کے ساتھ بحث کرچکا ہوں، لہٰذا یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہ بات واضح کردینا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تمام مابعد الطبیعاتی مسائل میں، یہ اصول مشترک ہے کہ ان کا کوئی حل بھی، خواہ وہ نفی کی شکل میں ہو یا اثبات کی شکل میں، ایسا قطعی الثبوت نہیں ہوسکتا جیسے دو اور دو کا چار ہونا قطعی الثبوت ہے کہ اس کو مان لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ایسے مسائل کا زیادہ سے زیادہ معقول حل، جس کے مطابق حقیقت ہونے کا اغلب گمان کیا جاسکتا ہو، صرف وہی ہوسکتا ہے جو عقل اور فطرت کے تمام مطالبوں اور تقاضوں کو پورا کرتا ہو، آثار کائنات اور تجربات و مشاہدات میں جس کی طرف واضح اشارات پائے جاتے ہوں، جس سے زندگی کے ان تمام مسائل کو حل کیا جاسکتا ہو جو اس خاص مسئلہ سے دور یا قریب کا تعلق رکھتے ہوں، جس پر عقلاً کسی اعتراض کی گنجائش نہ ہو، جس کے مان لینے سے کچھ دوسرے ناقابل حل مسائل نہ پیدا ہوتے ہوں، جس کے ماننے سے کچھ ایسی قباحتیں نہ پیدا ہوتی ہوں جنھیں کسی دوسرے طریقے سے رفع کرنا ممکن نہ ہو اور جس کے خلاف کوئی ثبوت نہ پایا جاسکتا ہو۔ عقل زیادہ سے زیادہ ان سوالات کے کسی حل کو اغلب (most Probable) سمجھنے کی حد تک ہی ہمیں لے جاسکتی ہے۔ اس کے آگے یقین حاصل کرنے کے لیے اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے کہ ایسا حل پیش کرنے والوں کی زندگیوں کو، ان کے پیش کردہ پورے نظام فکر و عمل کی معقولیت کو اور ان کے کام اور اس کے نتائج کو دیکھ کر ان پر ایمان بالغیب لایا جائے۔

(۳) گرنتھ صاحب کا مطالعہ میں نے خود تو نہیں کیا ہے لیکن جس حد تک میں نے مطالعہ کرنے والوں سے معلومات حاصل کی ہیں، ان کی بنا پر میں آپ کے اس خیال سے متفق ہوں کہ سکھ مذہب محض ایک صوفیانہ مذہب ہے اور اس میں انسان کی زندگی کے بڑے بڑے مسائل مثلاً تمدن و معاشرت، سیاست و معیشت، عدالت و قانون، صلح و جنگ وغیرہ کے متعلق کوئی ایسی ہدایت موجود نہیں ہے جس پر دنیا میں ایک سوسائٹی اور ایک اسٹیٹ کی تعمیر ہوسکے۔ لیکن جس وجہ سے سکھوں کا تعلیم یافتہ اور صاحب فکر و فہم گروہ تک اپنی جستجوئے حق اور تلاش ہدایت کو معطل کیے ہوئے اس مذہب پر قانع ہے اس کی تشریح میں پہلے سوال کے جواب میں کرچکا ہوں۔